نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور تفسیرِ قرآن

حافظ عبداللہ ☆

اللہ تعالیٰ نے نوعِ انسانی کی ہدایت و رہنمائی کے لیے اپنی آخری کتاب قرآنِ حکیم نازل فرمائی جو الٰہی ہدایات و احکامات کا مجموعہ ہے۔ جہاں قرآن حکیم کے الفاظ منزل من اللہ ہیں کیونکہ الٰہی حقائق و معانی کو جن کے الفاظِ قرآنی حامل ہیں انسان کی زبان بیان کرنے سے قاصر ہے وہاں معانی قرآن و مرادِ الٰہی جو الفاظِ قرآن میں پنہاں ہے، کی تبیین و وضاحت کے لیے شخصیت بھی مبعوث من اللہ ہے۔ کیونکہ مبعوث من اللہ شخصیت کی رہنمائی و ہدایت اور تبیین و وضاحت کے بغیر انسانی عقل و ذہن کا منزل من اللہ الفاظ سے مراداتِ الٰہی تک پہنچنا ناممکن ہے اس لیے اگر قرآن کتاب اللہ منزل من اللہ ہے تو محمد رسول اللہ مبعوث من اللہ ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی جانب سے جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذمہ داری الفاظِ قرآنی کی تلاوت و ابلاغ ہے وہاں معانی قرآن و حقائقِ الٰہی کی تعلیم و تبیین بھی ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿هو الذى بعث فى الا ميين رسولا منهم يتلوا عليهم
اينته و يزكيهم و يعلمهم الكتاب والحكمة وان كانو ا
من قبل لفى ضلال مبين﴾(۱)

☆ اسسٹنٹ پروفیسر، شیخ زاید اسلامک سینٹر، جامعہ پنجاب، لاہور

اللہ تعالیٰ ہی نے آپ کے سپرد کتاب اللہ کی تبیین وتشریح اور تفسیر وتبلیغ کا فریضہ بھی کیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وانزلنا الیک الذکر لتبین للناس ما نزل الیھم﴾(۲)

﴿إنا انزلنا الیک الکتاب بالحق لتحکم بین النا س بمارك الله﴾(۳)

﴿یا ایھا الرسو ل بلغ ما انزل الیک﴾(۴)

ان آیات سے معلوم ہوا کہ آپ قرآن حکیم کے مفسر وشارح، مبین ومبلغ من جانب اللہ ہیں۔ لہٰذا آپ کی بیان کردہ تفسیر وتشریح کو الٰہی تائید حاصل ہے اور آپ کے بیان کردہ، الفاظِ قرآن کے معانی و مطالب ہی الٰہی مرادات ہیں۔ اس لیے مسلمانوں پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی اور تعمیل حکم ہر اس چیز میں فرض کی گئی ہے جس کا آپ حکم دیں یا جس سے آپ منع فرمائیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ما اتا کم الرسول فخذو ہ وما نھکم عنه فا نتھوا﴾(۵)

قرآنِ حکیم کی بہت سی آیات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کو الٰہی اطاعت کے ساتھ ذکر فرمایا گیا۔ ارشاد ہے:

﴿واطیعوا الله والرسول لعلکم ترحمون﴾(۶)

یہاں تک کہ اللہ جل شانہ نے رسول کی اطاعت کو اپنی اطاعت اور رسول کی پیروی واتباع کو اپنی محبت کا سبب قرار دیا ہے۔ ارشاد ہے:

﴿من یطع الرسول فقد اطاع الله﴾(۷)

﴿قل ان کنتم تحبون الله فا تبعونی یحببکم الله ویغفرلکم ذنوبکم﴾(۸)

اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے بے حد ڈرایا ہے اور اس بات کی طرف بھی اشارہ فرمایا ہے کہ آپ کی مخالفت کفر ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ فلیحذر الذی یخالفون عن امره ان تصیبهم فتنة او
یصیبهم عذاب الیم ﴾(۹)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿قل اطیعوا الله و اطیعوا الرسول فان تولوا فان الله لا
یحب الکافرین ﴾(۱۰)

اور آپ کے حکم و فیصلہ سے سرتابی و روگردانی کو ایمان کے منافی قرار دیا ہے اور کسی مومن کو مومن ہوتے ہوئے اس بات کی اجازت نہیں ہے کہ دل میں بھی تنگی محسوس کرے۔ ارشاد ہے:

﴿فلا وربک لا یومنون حتی یحکموک فیما شجر بینهم
ثم لا یجدوا فی انفسهم حرجا مما قضیت و یسلموا
تسلیما ﴾(۱۱)

فرمایا:

﴿وما کان لمومن ولا مؤمنة اذا قضی الله ورسوله امراً
ان یکون لهم الخیرة من امرهم ومن یعص الله
ورسوله فقد ضل ضلالاً مبینا ﴾(۱۲)

آپ کی اطاعت واتباع کو فرض اور محبت الٰہی کا سبب اور آپ کے حکم و فیصلہ سے سرتابی و روگردانی کو ایمان کے منافی اور کفر قرار دیا اس لیے کہ آپ سراپا قرآنِ کریم کی تفسیر و تبیین اور تشریح و توضیح ہیں۔

تفسیر و تبیین اور شرح و تبلیغ کی صورت یہ تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے قول سے یا فعل سے یا دونوں سے، یا تقریر یعنی مروجہ طریقوں کی تائید یا سکوت فرما کر انہیں قائم و برقرار رکھنے سے قرآنِ حکیم کے مطالب و مقاصد کی وضاحت فرماتے تھے۔ علامہ شاطبی ''الموافقات'' میں تحریر فرماتے ہیں:

''ان النبی صلی الله علیه وسلم کان مبینا بقوله و فعله و
اقراره، لما کان مکلفا بذلک فی قوله تعالیٰ: (وانزلنا الیک

الذکر لتبین للناس ما نزل الیھم)(۱۳)

اسی لیے قرآنِ حکیم کی نبوی تفسیر وتشریح کا اصطلاحی نام حدیث وسنت ہے۔

علماءِ اصول کی اصطلاح میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول، فعل اور تقریر کو سنت کہتے ہیں۔

حنفی اصولِ فقہ کی قدیم ترین مطبوعہ کتاب ''الفصول فی الاصول'' میں علامہ ابوبکر جصاص ؒ فرماتے ہیں:

''سنة النبی علیه السلام: ما فعله، أو قاله، لیقتدی به فیه، و یداوم علیه و هو مأخوذ من سنن الطریق، و هي جادته التي یکون المرور فیها و سنن رسول الله علی وجهین: قول و فعل''(۱۴)

آگے فرماتے ہیں:

''والفعل ضربان: أحدهما: فعل یفعله في نفسه، و یدلنا علی حکمه، علی الوجوه التي ذکرنا، لنفعله علی الوجه الذي فعله والثانی: ترکه النکیر علی فاعل یراه یفعل فعلا علی وجه، فیکون ترکه النکیر علیه بمنزلة القول منه، في تجویز فعله علی ذلک الوجه، فإن رآه یفعله علی جهة الوجوب فأقره علیه کان واجباً، وان کان رآه یفعله علی جهة الندب فأقره علیه کان ندبا، وکذلک الإباحة علی هذا، و ذلک لأنه لا یجوز من أن یقر أحدا علی خلاف حکم الله تعالیٰ، لأن الله تعالیٰ إنما بعثه داعیا إلیه، و آمرا با لمعروف، و ناهیا عن المنکر''(۱۵)

علامہ ابوبکر جصاص ؒ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول اور ان کے فعل کو سنت کہا ہے اور پھر فعل کی دو اقسام بیان فرمائی ہیں۔ قسم اول ایسا فعل جو ذات رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے بذاتِ خود صادر ہوا اور قسم ثانی وہ فعل جو کسی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کیا اور آپ نے اسے برقرار رکھا اور اس پر نکیر نہیں فرمائی اور اس کو اصطلاحاً ''تقریر'' کہا جاتا ہے۔

علامہ جصاص ؒ نے سنت کی تین اقسام قول، فعل اور تقریر بیان کرنے ساتھ ہی ''تقریر'' کے سنت

ہونے کی دلیل بھی بیان فرمادی۔

و ذلک لأنه لا يجوز منه أن يقر أحدا على خلاف حكم الله تعالىٰ ، لأن الله تعلىٰ إنما بعثه داعيا إليه، و آمرا با لمعروف ، و ناهيا عن المنكر''(١٦)

یعنی آپ کے لیے من جانب اللہ یہ بات جائز نہیں کہ کوئی کام اللہ تعالیٰ کے حکم کے خلاف دیکھیں اور پھر اس کو برقرار رکھیں اس لیے کہ آپ اللہ تعالیٰ کی طرف سے داعی بنا کر مبعوث فرمائے گئے ہیں آپ معروف کا حکم کرنے والے اور منکر سے روکنے والے ہیں لہٰذا آپ کا کسی فعل کو برقرار رکھنا اس کے معروف ہونے کی دلیل ہے۔علامہ ابن حزم فرماتے ہیں:

''السنن تنقسم ثلاثة أقسام: قول من النبی صلی الله عليه وسلم أو فعل منه عليه السلام ، أو شیء رآه وعلمه فأقر عليه ولم ينكره''(١٧)

علامہ آمدیؒ فرماتے ہیں:

''و هی فی اللغة عبارة عن الطريقة ، فسنة كل احد ما عهدت منه المحافظة عليه ، وا لاكثار منه ، كان ذلک من الأمور الحميدة أو غير ها۔ و أما فی الشرع ، فقد تطلق على ما كان من العبادات نافلة منقولة عن النبی عليه السلام ۔ وقد تطلق على ما صدر عن الرسول من الا دلة الشرعيه مما ليس بمتلو، ولا هو معجز، ولا داخل فی المعجز ، و هذا النوع هو المقصود بالبيان ههنا ۔ و يدخل فی ذلک أقوال النبی عليه السلام ، و أفعاله و تقاريره''(١٨)

علامہ تفتازانیؒ فرماتے ہیں:

''في اللغة الطريقة والعادة ، و في الاصطلاح في العبادات النافلة و في الا دلة و هو المراد ههنا ما صدر عن النبی عليه السلام غير القرآن من قول و يسمى الحديث أو فعل أو تقرير''(١٩)

سب کا حاصل یہی ہے کہ علماءِ اصول کی اصطلاح میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول، فعل اور تقریر کو سنت کہا جاتا ہے۔

علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ قرآن اور سنت دونوں اللہ تعالیٰ کی جانب سے نازل شدہ وحی ہیں۔ لیکن چونکہ قرآن وحی ہونے کے ساتھ اعجازی شان کا حامل بھی ہے۔ اس کے الفاظ بھی من جانب اللہ ہیں۔ اس بناء پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شروع ہی سے اس کی کتابت کا اہتمام فرمایا۔ اعجاز کے ساتھ اس کے الفاظ میں شان تعبد بھی ہے اس لیے اس کو اصطلاحاً وحی متلو کا نام دیا گیا۔ یعنی اس کے الفاظ کی تلاوت کی جاتی ہے۔ چونکہ الفاظِ قرآنی کی تلاوت عبادت اور موجب قربِ الٰہی ہے۔ اس کے برخلاف سنت معجزہ نہ تھی اس کے الفاظ نہیں بلکہ معانی و مطالب آپ پر نازل ہوتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو اپنے لفظوں میں ادا فرماتے تھے اور یہ الفاظ بھی حسبِ ضرورت مختلف ہوتے تھے کیونکہ آپ کو مختلف طبائع اور مذاق کے حامل لوگوں کو تعلیم دینا پڑتی تھی اس لیے اس کے لفظوں کی بعینہ تلاوت کا حکم نہ تھا اسی لیے اصطلاحاً اس کو وحی غیر متلو کا نام دیا گیا۔

علامہ ابن حزم اندلسیؒ فرماتے ہیں:

''أن الوحي ينقسم من الله عز و جل إلى رسوله صلى الله عليه وسلم على قسمين: أحدهما: وحي متلو مؤلف تأليفا معجز النظام و هو القرآن، والثاني: وحي مروى منقول غير منولف ولا معجز النظام ولا متلو لكنه مقروء، وهوالخبر الوارد عن رسول الله صلى الله عليه وسلم و هو المبين عن عزوجل مراده منا''(۲۰)

علامہ ابن حزم نے جہاں وحی متلو اور وحی غیر متلو کا فرق بتایا وہاں یہ بات بھی بیان فرمادی کہ وحی غیر متلو، وحی متلو یعنی قرآن کریم کا بیان ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من جانب اللہ مراداتِ الٰہی جو الفاظِ قرآن میں پنہاں ہیں کے مبین ہیں اور دلیل کے طور پر سورۃ النحل کی آیت ﴿لتبين للناس ما نزل اليهم﴾ (۲۱) نقل فرمائی۔

امام غزالیؒ فرماتے ہیں:

''وقول رسول الله صلى الله عليه وسلم حجة ، لد لا لة المعجزة على صدقه ولأ مرالله تعالىٰ إيا نا با تباعه ، ولأنه لا ينطق عن الهوىٰ إن هو إلا وحي يوحىٰ. لكن بعض الوحي يتلى فيسمى كتابا و بعضه لا يتلى وهوالسنة''(۲۲)

امام غزالیؒ نے بھی علامہ ابن حزمؒ کی طرح قرآن اور سنت کومبنی بروحی بتایا ہے اور پھر دونوں کے درمیان متلواور غیر متلو کے ذریعہ فرق کیا ہے۔

امام شافعیؒ نے ان سے بھی بہت پہلے اصول فقہ کی پہلی مطبوعہ کتاب ''الرسالۃ'' میں اس بات کی وضاحت فرمادی کہ سنت تمام کی تمام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر من جانب اللہ وحی کی صورت میں القا ہوئی ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

''القى فى روعه عن الله ، فكان ما القى فى روعه سنته ''(۲۳)

امام شافعیؒ اس کے بعد فرماتے ہیں وحی سنت کی صورت میں ہو یا کتاب کی صورت میں، دونوں اللہ تعالیٰ کی نعمت ہیں یہ اگر چہ اپنی خصوصی شکل میں ایک دوسرے سے علیحدہ علیحدہ نظر آتی ہیں لیکن نعمت کے لفظ میں جمع ہوجاتی ہیں۔ فرماتے ہیں:

''فكان مما ألقى فى روعه سنته ، و هى الحكمة التى ذكر الله ، وما نزل به عليه كتاب فهو كتاب الله، وكل جاء ه من نعم الله كما أراد الله ،و كما جاء ته النعم ، تجمعها النعمة ، و تتفرق بأنها فى أمور بعضهاغير بعض ، و نسال الله العصمة و التوفيق ''(۲۴)

علامہ جلال الدین سیوطیؒ نے ''الاتقان فی علوم القرآن'' میں علامہ جوینیؒ سے قرآن وسنت کے درمیان یہی فرق ایک اور انداز سے نقل فرمایا ہے:

''كلام الله المنزل قسمان: قسم قال الله لجبريل : قل للنبي الذى أنت مرسل إليه : إن الله يقول : افعل كذا وكذا ، و أمر بكذا و كذا، ففهم

جبريل ما قاله ربه، ثم نزل على ذلك النبي و قال له ما قال ربه، ولم تكن العبارة تلك العبارة، كما يقول الملك لمن يثق به: قل لفلان: يقول لك الملك: اجتهد في الخدمة، واجمع جندك للقتال. فإن قال الرسول: يقول الملك لا تتهاون في خدمتي ولا تترك الجند تتفرق، و حثهم على المقاتلة، لا ينسب إلى كذب و لا تقصير في أداء الرسالة.

وقسم آخر قال الله لجبريل: اقرأ على النبي هذا الكتاب، فنزل جبريل بكلمة من الله من غير تغيير. كما يكتب الملك كتابا و يسلمه إلى أمين، ويقول: اقرأه على فلان، فهو لا يغير منه كلمة ولا حرفا''(۲۵)

اس کے بعد علامہ سیوطیؒ فرماتے ہیں:

''قلت: القرآن هو القسم الثاني، و القسم الأول هو السنة، كما ورد أن جبريل كان ينزل بالسنة كما ينزل بالقرآن. ومن هنا جاز رواية السنة بالمعنى، لأن جبريل أداه بالمعنى ولم تجز القراءة بالمعنى، لأن جبريل أداه باللفظ، ولم يبح له إيحاءه بالمعنى''(۲۶)

دوسرے لفظوں میں قرآن وسنت میں وہی فرق ہے جو اردو زبان میں نامہ اور پیام میں ہوتا ہے۔ گویا قرآن یعنی نامہ اپنے الفاظ و معانی دونوں کے اعتبار سے معجزہ ہے سنت معجزہ نہیں ہے قرآن میں ایک لفظ بلکہ ایک حرف کا بھی تغیر وتبدل جائز نہیں ہے لیکن سنت یعنی پیام روایت بالمعنی ہے یعنی اصل مطالب اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہیں اور الفاظ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہیں۔

اس کے بعد علامہ سیوطیؒ قرآن وسنت کے درمیان اسی فرق کی حکمت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''والسر في ذلك: أن المقصود منه التعبد بلفظه والإعجاز به، فلا يقدر أحد أن يأتي بلفظ يقوم مقامه. وأن تحت كل حرف منه معاني لا يحاط بها كثرة، فلا يقدر أحد أن ياتي بدله بما يشتمل عليه. والتخفيف

علی الأمة حيث جعل المنزل إليهم على قسمين: قسم يروونه بلفظه الموحی به، وقسم يروونه بالمعنى، ولو جعل كله مما يروى باللفظ لشق، أو بالمعنى لم يؤمن التبديل و التحريف، فتأمل" (۲۷)

اس کے بعد امام جوینیؒ کے نظریہ کی تائید میں فرماتے ہیں:

"وقد رأيت عن السلف ما يعضد كلام الجويني" (۲۸)

علامہ بزدویؒ نے اپنی کتاب "کنزل الوصول الی معرفة الاصول" کے باب "تقسیم السنة" میں وحی کی اقسام پر بڑی جامع اور مدلل بحث کی ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

"والوحی نوعان ظاهر وباطن اما الظاهر فثلاثة اقسام ما ثبت بلسان الملك فوقع فی سمعه بعد علمه بالمبلغ بآية قاطعة و هو الذی انزل عليه بلسان الروح الامين عليه السلام والثانی ما ثبت عنده ووضح له باشارة الملك من غير بيان بالكلام كما قال النبی صلى الله عليه وسلم ان روح القدس نفث فی روعی ان نفسا لن تموت حتى تستكمل رزقها الا فاتقوا الله واجملوا فی الطلب والثالث ما تبدى لقلبه بلا شبهة ولا مزاحم ولا معارض بالهام من الله تعالىٰ بان اراه بنور عنده كما قال جل و علا لتحكم بين الناس بما اراك الله فهذا وحی ظاهر كله مقرون بما هو ابتلاء اعنی به الابتلاء فی درك حقيته بالتأمل و انما اختلف طريق الظهور و هذا من خواص النبی صلى الله عليه وسلم حتى كان حجة بالغة و انما يكرم غيره بشیء منها لحقه على مثال كرامات الاولياء و اما الوحی الباطن فهو ما ينال با جتهاد الرأی بالتامل فی الاحكام المنصوصة" (۲۹)

علامہ بزدویؒ نے مذکورہ عبارت میں وضاحت فرمادی کہ وحی ظاہر کی تین اقسام ہیں جس میں پہلی قسم وہ ہے جو فرشتہ کی زبانی پہنچے یعنی جبریل علیہ السلام کی زبانی آپ کے کانوں میں پہنچے اور آپ جانتے ہوں

پہنچانے والے کو کہ حضرت جبریل علیہ السلام ہی ہیں اور قطعی دلیل سے کہ اللہ تعالیٰ نے روح الامین کی زبانی نازل فرمائی ہے اور اس میں کسی قسم کا شک اور تردد نہیں ہوتا۔ وحی ظاہر کی دوسری قسم وہ ہے کہ جو آپ کے پاس زبانی کلام کے بغیر بذریعہ اشارہ فرشتہ پہنچے جیسا کہ مثال بیان کی گئی ہے اور وحی ظاہر کی تیسری قسم وہ ہے جو بطور الہام کے اللہ کی طرف سے آپ کے دل میں القا ہو یعنی اللہ تعالیٰ اپنے نور سے جو بات آپ کے دل میں منکشف فرمائے۔

وحی کی ان اقسام میں سے نزولِ قرآن کے لیے جو صورت اختیار کی گئی ہے وہ بواسطہ فرشتہ ہے۔ جیسے قرآن کریم میں ارشاد باری ہے:

﴿انه لقول رسول كريم﴾(۳۰)

﴿قل نزله روح القدس﴾(۳۱)

﴿نزل به الروح الامين على قلبك﴾(۳۲)

اور اس مضمون کی متعدد آیات ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے وضاحت کے ساتھ بیان فرمایا ہے کہ قرآن کریم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر حضرت جبریل امین کے ذریعہ نازل کیا گیا۔ خود قرآن کریم نے نزولِ وحی کی جن تین صورتوں کا ذکر کیا ہے قرآن کا نزول ان میں سے تیسری صورت میں ہوا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وما كان لبشر أن يكلمه الله الا وحياً أومن وراىء حجاب
أو يرسل رسولاً فيوحى با ذنه ما يشاء انه علي حكيم﴾(۳۳)

آیت مذکورہ میں پہلی صورت ''وحی''، دوسری ''من وراء حجاب'' اور تیسری صورت ''يرسل رسولا فيوحى باذنه'' بیان کی گئی ہے۔

نزولِ قرآن کے لیے یہی تیسری صورت اختیار کی گئی ہے جسے علامہ بزدویؒ نے وحی ظاہر کی پہلی صورت بتایا ہے۔

علامہ سرخسیؒ نے بھی یہی بات زیادہ وضاحت کے ساتھ فرمائی ہے۔ فرماتے ہیں:

''والوحي نوعان: ظاهر وباطن۔ فا لظاهر منه قسمان : [أحدهما]ما

يكون على لسان الملك بما يقع في سمعه بعد علمه بالمبلغ بأنه قاطعة ، و هوالمراد بقوله تعالىٰ: (قل نزله روح القدس من ربك بالحق) وبقوله تعالىٰ (انه لقول رسول كريم)''(۳۴)

اب جہاں تک علامہ بزدویؒ کی بیان کردہ وحی ظاہر کی دوسری اور تیسری قسم کا تعلق ہے تو یہ نزولِ قرآن سے متعلق تو نہیں ہوسکتی کیونکہ قرآن ایک تو فرشتہ کی وساطت سے نازل ہوا دوسرا فرشتہ الفاظ پڑھتا تھا اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اتباع کا حکم تھا جیسے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿لا تحرك به لسانك لتعجل به ان علينا جمعه و قرانه فاذاقرأنه فاتبع قرانه﴾(۳۵)

وحی ظاہر کی ان دوصورتوں کے ذریعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر جو کچھ نازل کیا گیا وہ سنت ہی ہے۔ سورۃ الشوریٰ کی مذکورہ آیت میں اسی کو ''اِلّا وحیاً'' کہا گیا۔

علامہ عبدالعزیز بخاریؒ نے ''کشف الاسرار'' میں علامہ بزدویؒ کی مذکورہ عبارت کی شرح فرماتے ہوئے سورۃ الشوریٰ کی یہی آیت نقل فرمائی ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

''والثالث : ما تبدى أى ظهر لقلبه يعنى من الحق بلا شبهة و قوله بلا معارض ولا مزاحم تاكيد و الإلهام من أقسام والوحى بدليل قوله تعالىٰ : (وما كان لبشر أن يكلمه الله إلا وحيا) ''(۳۶)أى بطريق الإلهام و هو القذف في القلب كما قذف في قلب أم موسى عليه السلام إلا أن النبى لما عرف قطعا أنه من الله تعالىٰ كان ذلك حجة قاطعة''(۳۷)

علامہ سرخسیؒ نے وحی ظاہر کی دو اقسام بیان فرمائی ہیں علامہ بزدویؒ کی بیان کردہ دوسری قسم کو علامہ سرخسیؒ نے بھی وحی ظاہر کی دوسری قسم بتایا ہے لیکن علامہ بزدویؒ کی بیان کردہ وحی ظاہر کی تیسری قسم کو علامہ سرخسیؒ نے وحی باطن کہا ہے۔ فرماتے ہیں:

''والآخر ما يتضح له باشارة الملك من غير بيان بكلام ، و إليه أشار رسول الله صلى الله عليه وسلم في قوله : [إن روح القدس نفث في

روعي أن نفسالن تموت حتى تستو في رزقها ، فاتقوا الله واجملوا في الطلب] والوحي الباطن هو : تاييد القلب على وجه لا يبقى فيه شبهة ولا معارض ولا مزاحم ، وذلک بأن يظهر له الحق بنور في قلبه من ربه يتضح له حكم الحادثة به ، و إليه أشارالله تعالىٰ بقوله (لتحكم بين الناس بما ارٰك الله) و هذا كله مقرونا بالابتلاء ، و معنى الابتلاء هو: التأمل بقلبه في حقيقته حتى يظهر له ما هو المقصود، و كل ذلک خاص لرسول الله تثبت به الحجة القاطعة''(۳۸)

علامہ بزدویؒ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اجتہادات کو وحی باطن کہا ہے۔ علامہ عبدالعزیز بخاریؒ ''کشف الاسرار'' میں شرح فرماتے ہوئے رقمطراز ہیں:

''قوله : (و أما الوحي الباطن) فكذا جعل الاجتهاد منه عليه السلام وحياً باطنا با عتبار المآل فإن تقريره عليه السلام على اجتهاده يدل على أنه هو الحق حقيقة كما إذا ثبت بالوحي ابتداء''(۳۹)

علامہ سرخسیؒ نے اجتہادات نبوی کو ''مشابها للوحی'' کہا ہے۔ فرماتے ہیں:

''واما ما يشبه الوحي في حق رسول الله صلى الله عليه وسلم فهوا ستنباط الأحكام من النصو ص بالرأي والا جتهادفانما يكون من رسول الله بهذا الطريق، فهو بمنزلة الثابت بالوحي لقيام الدليل على أنه يكون ثوابا لا محالة ، فانه كان لا يقر على الخطا فكان ذلک منه حجة قاطعة ، و مثل هذا من الأ متةلا يجعل بمنزلة الوحي ، لأن المجتهد يخطىء و يصيب ، فقد علم أنه كان لرسول الله صلى الله عليه وسلم من صفة الكمال ما لا يحيط به إلاالله ، فلا شک أن غيره لا يساويه فى اعمال الرأي والا جتهاد في الاحكام''(۴۰)

دونوں کا حاصل ایک ہی ہے کہ آپ کے اجتہادات بھی نتیجہ اور مآل کے اعتبار سے وحی ہیں ۔ اس لیے اگر

آپؐ کے اجتہاد میں کوئی خطا ہوئی تو فوراً وحی کے ذریعہ مطلع کر دیا جاتا ہے اور یہ کسی دوسرے مجتہد کے لیے نہیں ہو سکتا، قیامت تک وہ خطا پر برقرار رہ سکتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم دوسرے مجتہدین کے برعکس خطا پر باقی رہنے سے من جانب اللہ معصوم ہیں۔

ملا جیون نے ''شرح نور الانوار علی المنار'' میں زیادہ وضاحت کے ساتھ اس کو بیان فرمایا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

''فان كان أصاب في الرأي لم ينزل الوحي عليه في تلك الحادثة، وإن كان أخطأ في الرأي ينزل الوحي للتنبيه على الخطأ، وما تقرر على الخطأ قط بخلاف سائر المجتهدين فانهم إن أخطؤوا يبقى خطؤهم إلى يوم القيامة، و هذا معنى قوله : (إلا أنه عليه السلام معصوم عن القرار على الخطأ بخالف ما يكون من غيره من البيان بالرأي) من مجتهدين الأمة، فانهم يقررون على الخطأ، ولا يعصمون عن القرار عليه'' (۴۱)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اجتہاد اور رائے میں خطا واقع ہونے پر من جانب اللہ تنبیہہ کی مثالیں کتب حدیث میں متعدد ہیں۔ علماءِ اصول نے اپنی کتب میں ان کو نقل فرمایا ہے۔ گویا اب آپ کے وہ تمام اجتہادات جن پر من جانب اللہ تنبیہہ نازل نہیں ہوئی الٰہی تائید وتوثیق کے حامل ہیں اور جن میں خطا واقع ہوئی، من جانب اللہ تنبیہہ نے ان کی تصحیح فرما دی۔ اس لیے تمام نبویؐ اجتہادات مآل اور نتیجہ کے اعتبار سے وحی ہیں۔

علامہ بزدویؒ اور علامہ سرخسیؒ کی اس ساری بحث کا حاصل یہ ہے کہ سنت تمام کی تمام وحی ہے جو من جانب اللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کی گئی ہے۔ چاہے وحی ظاہر کی صورت میں ہو یا وحی باطن کی صورت میں ہو، یا علامہ سرخسی کے الفاظ میں'' مشابها للوحي '' کی صورت میں جو نتیجہ اور مآل کے اعتبار سے وحی ہے۔

قرآن حکیم ہی سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے نوع انسانی کی ہدایت کے لیے اپنا کلام اور قانون خود نازل فرمایا اسی طرح حق تعالیٰ نے اس کی شرح وبیان کی ذمہ داری بھی خود ہی لی۔

اس لیے کہ مخلوق اللہ تعالیٰ کے بتلائے بغیر الفاظِ الٰہی سے اس کی مرادات کو پالینے پر قادر نہیں ہو سکتی تھی۔ چنانچہ ابتدا میں نزولِ وحی کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وحی الٰہی کے الفاظ کو یاد رکھنے کے لیے بار بار دہراتے اور تکرار فرماتے تا کہ ذہن میں الفاظ وحی جم جائیں اور دورانِ قرأت ہی حرصِ علم کی بنا پر نبی اکرمؐ جبریل علیہ السلام سے معانی قرآن سے متعلق سوالات فرماتے۔ اللہ تعالیٰ نے تکرارِ لسانی اور دورانِ قرأت اسئلہ سے منع کرتے ہوئے فرمایا:

﴿لا تحرك به لسانك لتعجل به ان علينا جمعه و قرانه فاذاقرانه فاتبع قرانه﴾(۴۲)

ان آیات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تکرارِ لسانی سے روک کر کہ قرات جبریل علیہ السلام جو دراصل قرأت حق سبحانہٗ وتعالیٰ ہی کی صورت تھی، کو محض خاموشی کے ساتھ سنتے رہنے کی ہدایت فرمائی گئی۔ علامہ قرطبی فرماتے ہیں:

''فكان رسول الله صلى الله عليه وسلم بعد ذلك إذا أتاه جبريل عليه السلام استمع ، و اذا انطلق جبريل عليه السلام قرأة النبي صلى الله عليه وسلم كما أقرأه''(۴۳)

امام بخاریؒ اپنی کتاب جامع صحیح میں عبداللہ ابن عباس سے نقل فرماتے ہیں:

''فكان اذا أتاه جبريل أطرق ، فا ذا ذهب قرأة ''(۴۴)

اس ہدایت کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے تین امور کی ذمہ داری خود ہی لی۔

۱۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ مبارک میں قرآن کریم کا جمع و محفوظ ہونا۔

۲۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے ہر وقت قرآن کی صحیح ادائیگی۔

۳۔ قرآن کے معانی و مطالب کی تبیین و تفسیر۔

تمام مفسرین نے بالا تفاق اس بات کی وضاحت فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں قرآن کریم کے مطالب و معانی کی تفسیر و تبیین کی ذمہ داری خود ہی لی ہے۔

امام المفسرین ابن جریر الطبری ''ثم ان علينا بيانه '' کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے

ہیں:

''ثم ان علينا بيان ما فيه من حلاله و حرامه و أحكام لک مفصلة''(۴۵)

پھر عبداللہ ابن عباسؓ سے اس آیت کی تفسیر نقل فرماتے ہیں:

''عن ابن عباسؓ (ثم إن علينا بيانه) يقول :حلاله و حرامه، فذالک بيانه''(۴۶)

اور حضرت قتادہؓ سے اس آیت کی تفسیر میں نقل فرماتے ہیں:

''عن قتادہؓ (ثم إن علينا بيانه) بيان حلاله ، و اجتناب حرامه، و معصيته وطاعته''(۴۷)

علامہ زمخشریؒ آیت مذکورہ نقل کرنے کے بعد اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

''اذاأشکل عليک شی ء من معانيه ، کأنه کان يعجل فی الحفظ و السؤال عن المعنی جميعا، کما تری بعض الحراص علی العلم''(۴۸)

علامہ زمخشریؒ نے اس بات کی وضاحت بھی فرمادی کہ نبی کرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ تعجیل قرآن کے الفاظ اور معانی دونوں کے متعلق تھی۔

امام رازیؒ آیت مذکورہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

''الآية تدل علی أنه عليه السلام کان يقرأ مع قراء ة جبريل عليه السلا م و کان يسأل في أثناء قراء ته مشکلاته و معانيه لغاية حرصه علی العلم ، فنهی النبی صلی الله عليه السلام عن أمرين جميعا ، أما عن القراء ة مع قراء ة جبريل فقوله (فاذا قرأ ناه فا تبع قرأنه) و أما عن إلقاء الاسئلة فی البيان فيقوله (ثم إن علينا بيانه)''(۴۹)

امام رازیؒ نے بھی علامہ زمخشریؒ کی تائید میں یہ بات فرمائی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

کو تکرارِ لسان جو خدشہ نسیان کی بنا پر تھا اور دورانِ قرأت معانی و مشکلاتِ قرآنی سے متعلق سوالات جو حرصِ علم کی بنا پر تھے، دونوں امور سے منع کیا گیا اور دونوں کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے خود ہی لی ہے۔

امام رازیؒ پھر فرماتے ہیں:

''قوله تعالى (ثم إن علينا بيانه) يدل على أن بيان المجمل واجب على الله تعالىٰ''(۵۰)

امام ابوالسعودؒ فرماتے ہیں:

''أى بيان ما اشكل عليک من معانيه و أحكامه''(۵۱)

آٹھویں صدی ہجری کے مفسر و محدث و مؤرخ علامہ ابن کثیرؒ آیاتِ قرآنی (لا تحرك به لسانک لتعجل به ان علينا جمعه و قرآنه فاذا قرانه فاتبع قرانه ثم ان علينا بيانه) کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

''هذا تعليم من الله عزوجل لرسوله صلى الله عليه وسلم في كيفية تلقيه الوحي من الملک، فإنه كان يبادر إلى أخذه و يسابق الملک في قراء ته، فأمره الله عزوجل إذا جاءه الملک بالوحي أن يستمع له وتكفل الله له أن يجمعه في صدره و أن ييسره لأدائه على الوجه الذى ألقاه إليه، و أن يبينه له و يفسره و يوضحه. فالحالة الأولى جمعه في صدره و الثانية تلاوته و الثالثة تفسيره و إيضاح معناه و لهذا قال تعالىٰ: (لا تحرك به لسانک لتعجل به) أى بالقرآن كما قال تعالىٰ (ولا تعجل بالقرآن من قبل أن يقضى إليک وحيه و قل رب زدنى علما) ثم قال تعالىٰ: (إن علينا جمعه) أي في صدرك (و قرانه) أي أن تقرأه (فا ذا قرأنه) أي اذا تلاه عليک الملک عن الله تعالىٰ: (فاتبع قرأنه) أي فاستمع له ثم اقرأه كما أقرأك (ثم إن علينا بيانه) أي بعد حفظه و تلاوته نبينه لک و نوضحه و نلهمک معناه على ما أردنا و

شرعنا''(۵۲)

علامہ ابن کثیرؒ نے تو انتہائی وضاحت کے ساتھ فرمادیا کہ اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں قرآن کریم کے سینہ اقدس میں جمع وحفاظت، زبان نبوی سے ادائیگی اور قرآن کے مطالب ومعانی کی تبیین وتفسیر وتوضیح کی ذمہ داری خود لی۔

علامہ ابن کثیر کا (ثم ان علینا بیانہ) کی تفسیر میں یہ فرمانا ''أي بعد حفظہ و تلاوتہ نبینہ لک و نوضحہ و نلھمک معناہ علی ما أردنا و شرعنا'' اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ قرآن کے معانی ومطالب اوران کی تبیین وتفسیر من جانب اللہ رسول اللہؐ القا ہوئی تھی جس سے مرادات الٰہی اور احکام شرعیہ سے آپ واقف ہوئے۔

اس ساری تفصیل کا حاصل یہ ہے کہ قرآن کریم کے الفاظ کی طرح قرآن کریم کے معانی وبیان کی ذمہ داری بھی اللہ تعالیٰ نے خود لی ہے۔

قرآن کا یہ بیان ظاہر ہے کہ وہ قرآن سے کوئی علیحدہ چیز ہے کیونکہ اگر قرآن ہی کو قرآن کا بیان بتایا جائے تو پھر اس کے لیے بھی قرآن ہونے کی وجہ سے بیان کی ضرورت ہوگی اور یہ سلسلہ ایک غیر متناہی ہو جائے گا لہٰذا بیان قرآن خود قرآن سے الگ ہے پھر جس طرح خود قرآن اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا گیا اسی طرح بیان قرآن بھی من جانب اللہ آپ پر بذریعہ وحی القا کیا گیا اسی بیانِ قرآن کا اصطلاحی نام ''سنت'' ہے۔ جس کی تعبیر حدیث کے لفظ سے بھی کی گئی۔ لیکن علماءِ اصول کے ہاں جیسا کہ پہلے ذکر کیا جاچکا ہے کہ بطورِ اصلاح سنت ہی استعمال ہوتا ہے۔ مفسرین کا بیانِ قرآن کو منزل من اللہ بتانا اور علماءِ اصول کا سنت کو مبنی بر وحی کہنا ایک ہی حقیقت کی دو تعبیریں ہیں۔

نبی کرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی اس بات کی وضاحت فرمائی کہ آپ کی بیان کردہ تفسیر وتبیین من جانب اللہ ہے اور وحی کی ایک قسم ہے جس کا ماخذ ومصدر وہی ہے جو وحی متلو کا ہے۔

''وروی ابو داود عن المقدام بن معد یکرب عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال: ألا وانی قد أوتیت الکتاب و مثلہ معہ ألا یوشک رجل شبعان علی أریکتہ یقول علیکم بھذا القرآن فما وجدتم فیہ من

حلال فأحلو و ما و جدتم فيه من حرام فحرموه ألا لا يحل لكم الحمار الأهلي ولاكل ذی ناب من السبع ولا لقطة معاهد إلا ان يسْتغنى صاحبها و من نزل بقوم فعليهم أن يقروه فان لم يقروه فله أن يعقبهم بمثل قراه''(۵۳)

اس حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ ''مجھے کتاب دی گئی ہے اور اس جیسی ایک اور چیز'' اس کی وضاحت علامہ خطابی اس طرح فرماتے ہیں:

''قوله ''أوتيت الكتاب و مثله معه'' يحتمل و جهين من التاويل: احدهما ۔ أن معناه أنه أوتى من الوحی الباطن غيرالمتلو ، مثلاً ما أعطى من الظاهر المتلو۔ والثانی ۔ أنه أوتى الكتاب و حياً يتلى، و ا وتی من البيان مثله ، أی أذن له أن يبين ما فی الكتاب فيعم و يخص و يزيد عليه و يشرع ما فی الكتاب ، فيكون فی وجوب العمل به و لزوم قبوله كالظاهر المتلو من القرآن''(۵۴)

علامہ ابن عبدالبر اندلسی قرطبی نے اپنی مشہور تصنیف ''جامع بیان العلم وفضلہ'' میں صحابہ وتابعین کے آثار سے اس بات کی وضاحت فرمائی ہے کہ صحابہ وتابعین سنت کو قرآنِ حکیم کا بیان وتفسیر سمجھتے تھے اور آپ کے اقوال وافعال کی اصل قرآنِ حکیم ہی کو جانتے تھے۔ان میں چند آثار تحریر کیے جاتے ہیں۔

۱۔ ''عن علقمة أن امرأ ة من بنی أسد أتت عبدالله بن مسعود فقالت له انه بلغنی انک لعنت ذيت و ذيت والواشمة والمستوشمة وانی قرأت ما بين اللوحين فلم أحد الذی تقول و إنی لأظن علی أهلك منها فقال لها عبدالله فادخلی فانظری فدخلت فنظرت فلم ترشيئاً فقال لها عبدالله أما قرأت (وما اتاكم الرسول فخذوه وما نها كم عنه فانتهوا) قالت بلی قال فهو ذاك''(۵۵)

۲۔ ''عن عبدالرحمن بن يزيد قال كان طاووس يصلی ركعتين بعد

العصر فقال له ابن عباس اتركهما فقال انما نهى عنهما ان يتخذ سنة فقال ابن عباس قد نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن صلاة بعد صلاة العصر فلا أدرى اتعذب عليهما أم تؤجر لأن الله تبارك وتعالىٰ قال (وما كان لمؤمن ولا مؤمنة اذا قضى الله و رسوله امرا أن يكون لهم الخيرة من امرهم)"(۵۶)

مندرجہ بالا آیات وآثار اور دلائل و براہین سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نہ صرف الفاظِ قرآن پہنچا دینے پر مامور تھے بلکہ قرآن حکیم کی تعلیم و تبلیغ، تفسیر و تبیین اور تشریح و توضیح کا فریضہ بھی من جانب اللہ آپ کے ذمہ تھا۔ لہٰذا آپ قرآن حکیم کے سب سے پہلے مفسر و مبین اور شارح و مبلغ ہیں۔ آپ نے تفسیر و تبیین کبھی تو قرآنی احکام جو مجمل ہیں ان کی تفصیل فرما کر کی اور کبھی مشکل کی توضیح، عام کی تخصیص، مطلق کی تقیید بیان کر کے فرمائی۔ اسی طرح قرآنی الفاظ کی شرح فرما کر اور ناسخ و منسوخ کی وضاحت کر کے کی۔

علامہ ابن قیم "سنت قرآن کا بیان ہے" سے متعلق فرماتے ہیں:

"أن البيان من النبى صلى الله عليه وسلم أقسام، أحدها: بيان نفس الوحى بظهوره على لسانه بعد ان كان خفيا. الثانى: بيان معناه و تفسيره لمن احتاج إلى ذلك كما بين أن الظلم المذكور فى قوله: (ولم يلبسوا إيمانهم بظلم)(الانعام:۸۲) هو الشرك، و أن الحساب اليسير هو العرض، و أن الخيط الأبيض و الأسود هما بياض النهار و سواد اليل، و أن الذى رآه نزلة أخرى عند سدرة المنتهى هو جبريل، كما فسر قوله: (أو ياتى بعض آيات ربك)(الانعام: ۱۵۸) أنه طلوع الشمس من مغربها و كما فسر قوله: (مثلا كلمة طيبة كشجرة طيبة)(ابراهيم:۲۴) بأنها النخلة، و كما فسر قوله: (يثبت الله الذين امنوا بالقول الثابت فى الحياة الدنيا و فى الآخرة)(ابراهيم: ۲۸) أن ذلك فى القبر حين يسأل من ربك و ما

دينك ، و كما فسر الرعد بانه ملك من الملائكة مؤكل بالسحاب ، وكما فسر اتخاذ أهل الكتاب احبارهم و رهبانهم أربابا من دون الله بأن ذلك باستحلال ما أحلوه لهم من الحرام و تحريم ما حرموه من الحلال ، وكما فسر القوة التى أمر الله أن نعدها لأعدائه بالرمى، وكما فسر قوله: (من يعمل سوءا يجز به)(النساء :١٢٣) بأنه ما يجزى به العبد فى الدنيا من النصب والهم والخوف والأذاء ، وكما فسر الزيادة بأنهاالنظر إلى وجه الله الكريم ، وكما فسر الدعاء فى قوله : (وقال ربكم ادعونى استجب لكم)(غافر:٢٠)بأنه العبادة ، وكما فسر أدبار النجوم بأنه الركعتان قبل الفجر ، و أدبار السجود بالركعتين بعد المغرب، و نظائر ذلك ـ الثالث: بيانه بالفعل كما بين أوقات الصلاة للسائل بفعله ـ الرابع: بيان ما سئل عنه من الاحكام التى ليست فى القرآن فنزل القرآن ببيانها، كما سئل عن قذف الزوجة فجاء القرآن باللعان و نظائره الخامس : بيان ما سئل عنه با لوحى و إن لم يكن قرانا ، كما سئل عن رجل أحرم فى جبة بعد ما تضمخ بالخلوق ، فجاء الوحى بأن ينزع عنه الجبة و يغسل أثر الخلوق ـ السادس: بيانه للأحكام بالسنة ابتداء من غير سؤال ، كما حرم عليهم لحوم الحمر والمتعة و صيد المدينة و نكاح المرأة على عمتها و خالتها و أمثال ذلك السابع: بيانه للأمة جواز الشىء بفعله هو له و عدم نهيهم عن التأسى به ـ الثامن : بيانه جواز الشىء باقراره لهم على فعله و هو يشاهده أو يعلمهم يفعلونه. التاسع : بيانه إباحة الشىء عفوا بالسكوت عن تحريمه و إن لم يأذن فيه نطقا. العاشر أن يحكم القرآن بإيجاب شىء أو تحريمه أو إباحته ، و يكون لذلك الحكم شروط و موانع و قيود و أوقات مخصوصة و أحوال و أوصاف ، فيحيل الرب سبحانه و تعالى على رسوله فى بيانها كقوله تعالى: (واحل لكم ما وراء ذالكم) (النساء : ٢٤)

فالحل موقوف على شروط النكاح و انتقاء موانعه و حضور وقته و أهلية المحل ، فاذا جاء ت السنة ببيان ذلک کله لم يكن الشي ء منه زائداً على النص فيكون نسخاًله ، و ان کا ن رفعا لظاهر إطلاقه"(۵۷)

"سنت قرآن کا بیان ہے" سے متعلق علامہ شاطبی فرماتے ہیں:

"الوجه المشهور عند العلماء ، كالأ حاديث الآتية فى بيان ما أجمل ذكره من الأحكام ، إما بحسب كيفيات العمل ، أو أسبابه ، أو شروطه، أو موانعه ، أو لواحقه ، أو ما أشبه ذلک ، كبيانها للصلوات على اختلافها فى مواقيتها و ركوعها و سجودها و سائر أحكامها ، و بيانها للزكا ة فى مقاديرها و أو قاتها و نصب الأموال المزكاة و تعيين ما يزكى مما لا يزكى ، و بيان أحكام الصوم وما فيه مما لم يقع النص عليه فى الكتاب. وكذالک الطهارة الحدثية و الخبثية والحج ، والذبائح والصيد وما يؤكل مما لا يؤ كل ، والأنكحة وما يتعلق بها من الطلاق و الرجعة والظهار واللعان ، والبيوع وأحكامها ، و الجنايات من القصاص و غيره ، كل ذلک بيان لما وقع مجملا فى القرآن ۔ و هوالذى يظهر دخوله تحت الآيه الكريمة : (وانزلنا اليک الذكر لتبين للناس ما نزل اليهم)۔

"وقد روى عن عمران بن حصين أنه قال لرجل : إنک امرؤ احمق: أتجد فى كتاب الله الظهر أربعا لا يجهر فيها بالقراء ة ؟ ثم عدد إليه الصلا ة و الزكا ة و نحو هذا ، ثم قال : أتجد هذا فى كتاب الله مفسرا؟ إن كتاب الله أبهم هذا ، وإن السنة تفسر ذلک و قيل لمطرّف بن عبدالله بن الشخير : لا تحدثونها إلا بالقرآن فقال له مطرف: والله ما نريد بالقران بدلا ، ولكن نريد من هو أعلم بالقرآن منا ۔ وروى الاوزاعى عن حسان بن عطية قال: كان الوحى ينزل على رسول الله صلى الله عليه وسلم

و يحضره جبريل بالسنة التى تفسر ذلك، قال الأوزاعى: ألكتاب أحوج إلى السنة من السنة إلى الكتاب۔ قال ابن عبد البر: يريد أنها تقضى عليه و تبين المراد منه ۔ و سئل أحمد بن حنبل عن الحديث الذى روى أن السنة قاضية على الكتاب، فقال: ما أجسر على هذا أن اقوله، ولكنى أقول أن السنة تفسر الكتاب و تبينه''(۵۸)

تفسیر وتبیین کی ایک قسم اخبار وقصص کی تشریح وتفصیل بھی ہے۔اللہ جل شانہ، نے قرآنِ حکیم میں عبرت وموعظت کے لیے جواخبار وقصص بیان فرمائے ہیں ان میں سے بعض کی تفصیل احادیثِ صحیحہ میں ملتی ہے۔

جیسے کہ امام ترمذیؒ نے اپنی سنن کی کتاب التفسیر میں نقل فرمایا ہے:

''عن ابى هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: فى قوله: (ادخلوا الباب سجدا) قال دخلوا متزحفين على اوراكهم، و بهذا هذا الا سناد عن النبى صلى الله عليه وسلم (فبدل الذين ظلمواقولا غير الذى قيل لهم) قال: قالوا حبة فى شعرة''(۵۹)

امام احمد بن حنبل کا مشہور ومعروف قول جو تفسیر کے باب میں بیان کیا جاتا ہے ''ثلاث کتب لا اصل لها: المغازى، والملاحم، والتفسير'' اس کا زیادہ تر تعلق قصص و اخبار ہی سے ہے کیونکہ قصص واخبار سے متعلق مرفوع روایات صحیحہ کم ہیں۔ جہاں تک اوامر و نواہی اور احکام قرآنی کی تفصیل وتفسیر کا تعلق ہے تو ظاہر ہے کہ اس کا بہت بڑا حصہ سنتِ متواترہ ومشہورہ پر مشتمل ہے اور جن سے یقین حاصل ہوتا ہے امت کے تواتر وتعامل کی صورت میں محفوظ ہے اور جو اخبار احاد کی صورت میں ہے اس کا بھی بہت بڑا حصہ صحیح وحسن کی شرائط پر پورا اترتا ہے اور گمان غالب کا فائدہ دیتا ہے۔

اس ساری بحث کا حاصل یہ ہے۔

۱۔ قرآن کریم کے سب سے پہلے مفسر وشارح خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس ہے۔آپ کے سپرد یہ فریضہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے کیا گیا۔

۲۔ قرآن کریم کی نبوی تفسیر وتشریح ہی کا اصطلاحی نام حدیث وسنت ہے۔

۳۔ قرآن کریم کی طرح حدیث وسنت بھی نبی کریمؐ پر اللہ تعالیٰ کی جانب سے وحی کے ذریعہ نازل ہوئی ۔ فرق یہ ہے کہ قرآن کریم کے الفاظ اور معانی دونوں کا نزول من جانب اللہ ہوا۔ اس لیے اس کے الفاظ میں اعجاز بھی ہے اور شان تعبد بھی ہے اور اصطلاحاً اس کو وحی متلو کا نام دیا گیا ہے ۔ جبکہ حدیث وسنت کے نزول کی صورت یہ تھی کہ مطالب و معانی کا القا نبی کریمؐ کے قلب اطہر پر من جانب اللہ ہوتا جن کو آپ اپنے الفاظ میں بیان فرماتے ۔ اس لیے اصطلاحاً اس کو وحی غیر متلو کا نام دیا گیا کیونکہ اس کے الفاظ کی بعینہ تلاوت کا حکم نہیں دیا گیا۔

۴۔ حدیث وسنت جو کہ ''بیان قرآن'' ہے قرآن کی طرح من جانب اللہ ہے اس لیے اللہ تعالیٰ کی مرادات جو الفاظ قرآن میں پنہاں ہیں حدیث وسنت سے ہی معلوم ہوسکتی ہیں ۔ کیونکہ کلام کی مرادات کو متکلم ہی بہتر بتا سکتا ہے۔

۵۔ قرآن کریم کی ہر وہ تفسیر وتعبیر جو حدیث وسنت کے خلاف ہوگی مردود ہوگی اس لیے کہ متکلم کی بیان کردہ مرادات کے منافی ہے۔

٦۔ گویا حدیث وسنت، جو قرآن کریم کی نبوی تفسیر وتشریح کا اصطلاحی نام ہے، وہ حصار ہے جس سے قرآن کریم تحریفِ معنوی سے ہمیشہ کے لیے محفوظ کردیا گیا ہے۔

حواشی وحوالہ جات

۱۔ القرآن۔ ۲/۲۲

۲۔ القرآن۔ ۱۶/۴۴

۳۔ القرآن۔ ۴/۱۰۵

۴۔ القرآن۔ ۵/۶۷

۵۔ القرآن۔ ۵۹/۷

۶۔ القرآن۔ ۳/۱۳۲

۷۔ القرآن۔ ۴/۸۰

۸۔ القرآن۔ ۳/۳۱

۹۔ القرآن۔ ۲۴/۶۳

۱۰۔ القرآن۔ ۳/۳۲

۱۱۔ القرآن۔ ۴/۶۵

۱۲۔ القرآن۔ ۳۳/۳۶

۱۳۔ شاطبی، ابراھیم بن موسیٰ، الموافقات فی اصول الشریعۃ۔ج۴،ص۳۰۸ دارالکتب العلمیۃ۔ بیروت۔ لبنان

۱۴۔ جصاص، ابو بکر احمد بن علی، الفصول فی الا صول۔ ج۳، ص ۲۳۵ وزارۃ الشؤن و الا وقاف۔ کویت

۱۵۔ ایضاً

۱۶۔ ایضاً

۱۷۔ ابن حزم، ابو محمد علی، الا حکام فی اصول الاحکام۔ ج۱، الجزء الثانی۔ ص ۱۴۶

دارالحدیث بجوار ادارۃ الازھر۔ الطبعۃ الاولیٰ۔ (۱۴۰۴ھ۔ ۱۹۸۴ء)

۱۸۔ ابن حزم، الاحکام فی اصول الاحکام۔ ج ۱، ص ۲۴۱

۱۹۔ تفتازانی، مسعود بن عمر۔شرح التلویح علی التوضیح۔ ج ۲، ص ۳
دارالکتب العلمیۃ۔بیروت، لبنان۔الطبعۃ الاولیٰ (۱۴۲۲ھ۔۱۹۹۲ء)

۲۰۔ ابن حزم، الاحکام فی اصول الاحکام۔ج ۱، الجزء الاول، ص ۹۳

۲۱۔ القرآن۔ ۱۲/۴۴

۲۲۔ المستصفیٰ۔ج ۱، ص ۱۰۳۔ دارالکتب العلمیۃ۔ بیروت، لبنان۔الطبعۃ الاولیٰ (۱۴۱۳ھ۔۱۹۹۳ء)

۲۳۔ شافعی، محمد بن ادریس۔الرسالہ۔ ص۹۳

۲۴۔ ایضاً الرسالہ۔ ص۱۰۳

۲۵۔ سیوطی، جلال الدین۔الاتقان فی علوم القرآن۔ ج ۱۔ ص ۱۶۷۔
دارالکتاب العربی۔ بیروت، لبنان الطبعۃ الاولیٰ (۱۴۱۹ھ۔۱۹۹۹ء)

۲۶۔ ایضاً

۲۷۔ ایضاً

۲۸۔ ایضا

۲۹۔ بزدوی، علی بن محمد۔ اصول بزدوی، ص۲۲۹۔۲۳۰۔ میر محمد کتب خانہ کراچی ۱۹۹۵ء

۳۰۔ القرآن۔۱۹/۸۱

۳۱۔ القرآن۔ ۱۲/۱۰۲

۳۲۔ القرآن۔ ۲۶/۱۹۳، ۱۹۴

۳۳۔ القرآن۔۴۲/۵۱

۳۴۔ سرخسی، محمد بن احمد۔اصول السرخسی، ج ۳، ص۹۱۔ دار المعرفۃ، بیروت، لبنان الطبعۃ الاولیٰ (۱۴۸۱ھ۔۱۹۹۷ء)

۳۵ القرآن۔ ۱۶/۷۵۔18

۳۶۔ القرآن۔۴۲/ ۵۱

۳۷۔ بخاری ، عبدا لعزیز بن احمد۔کشف الاسرار۔ ج ۳، ص ۳۰۴۔دار الکتب العلمیة ،بیروت،لبنان
الطبعة الاولی(۱۴۱۸ھ۔۱۹۹۷ء)

۳۸۔ سرخسی ،محمد بن احمد ۔اصول السرخسی، ج۲، ص ۹۱

۳۹۔ بخاری، کشف الاسرار ۔ ج ۳، ص ۳۰۵

۴۰۔ سرخسی ،اصول السرخسی ۔ ج ۲، ص ۹۱

۴۱۔ شرح نو ر الانوار علی المنار مع کشف الا سرار ۔ ج۲، ص ۱۶۸

۴۲۔ القرآن ۔۷۵/۱۶۔۱۸

۴۳۔ قرطبی، محمد بن احمد ۔الجامع لأ حکام القرآن ،ج۱۰،جزء ۱۹ ، ص۱۰۶، مکتبه الغزالی دمشق(س۔ن)

۴۴۔ بخاری ، محمد بن اسماعیل ۔الجامع الصحیح ۔ ج ۲ ۔ کتاب التفسیر، سورة القیامة ، ص ۱۳۵

۴۵۔ طبری ، محمد بن جریر ۔ جامع البیان ۔ج۱۴،ص۲۳۷ ۔ دارالفکر بیروت، لبنان۔ الطبعة الاولیٰ(۱۴۱۰ھ۔۱۹۹۵ء)

۴۶۔ ایضاً

۴۷۔ ایضاً

۴۸۔ زمخشری،محمود بن عمر۔الکشاف ۔ ج۴، ص ۶۶۱۔ دارالکتاب العربی بیروت ،لبنان۔ الطبعةالاولیٰ(۱۳۹۷ھ۔۱۹۷۷ء)

۴۹۔ رازی، فخرالدین ۔مفاتیح الغیب ۔ ج۱۵، ص ۱۹۹۔ دار الکتب العلمیه بیروت ،لبنان(۱۴۵۱ھ۔۱۹۹۵ء)

۵۰۔ ایضاً مفاتیح الغیب ۔ج۱۵۔جزء ۳۰، ص ۱۹۹

۵۱۔ ابو سعود، محمد بن محمد ۔تفسیر أبی السعو دالمسمیٰ ارشاد د العقل السیلم الی مزایا القرآن الکریم۔جزء ۷

ص ۶۷، دار احیاء التراث العربی ـ بیروت، لبنان (۱۴۱۱ھـ ۱۹۹۰ء)

۵۲۔ ابن کثیر، أبی الفداء اسماعیل ـ تفسیر القرآن العظیم ، ج ۵، ص ۴۴۰ ـ دار احیاء التراث العربی، بیروت ،لبنان ـ الطبعة الاولیٰ (۱۴۴۰ھـ ۲۰۰۰ء)

۵۳۔ ابو دائود ، سلیمان بن اشعث۔ السنن ـ باب فی لزوم السنة ج۴،ص ۲۰۴۔ دارالجیل بیروت،لبنان(۱۴۲۱ھ۔۱۹۹۲ء)

ابن حبان ، ابو حاتم محمد ۔مرتب ،فارسی ، علی بن بلبان۔ الاحسان فی تقریب صحیح ابن حبان ۔ج ۱ ،ص۸۹مؤسسة الرسالة ، بیروت ،لبنان ۔الطبعة الاولیٰ (۱۴۰۸ھ۔۱۹۸۸ء)

۵۴۔ قرطبی، الجامع لا حکام القرآن ۔ج ۱ ،ص۳۸

۵۵۔ ابن عبد البر، جامع بیان العلم و فضله، ج۲،ص ۱۸۸۔۱۸۹۔ دارالفکر بیروت، لبنان (۱۹۷۲ء)

۵۶۔ جامع بیان العلم و فضله ۔ج ۲ ،ص۱۸۸۔۱۸۹

۵۷۔ ابن قیم ،محمد بن ابو بکر۔ اعلام الموقعین ۔ج ۲ ،ص ۲۲۵۔۲۲۶۔ دارالکتب العلمیه بیروت ، لبنان الطبعةالثانیه (۱۴۱۴ھ۔۱۹۹۳ء)

۵۸۔ الموافقات ـ ج۴،ص۲۵۔۲۶

۵۹۔ ترمذی، محمد بن عیسیٰ ۔السنن ۔ج۵،ص۲۰۵۔مکتبه مصطفی البابی الحلبی و اولاد ه ، مصرالطبعةالثانیه(۱۳۹۵ھ۔۱۹۷۵ء)

ایک داعی الی اللہ کا موقف ہمیشہ داعی ہی کا موقف رہتا ہے، خواہ وہ دشمن کو مخاطب کر رہا ہو یا عزیز ترین فردِ خاندان کو، دعوت کا رنگ اس پر غالب رہے گا۔ اور داعی کی شان اس میں جھلکتی رہے گی خواہ صورت حال کچھ بھی ہو اور مخاطب جو بھی ہو اس کی زبان دعوت کی زبان ہوگی اس کے سامنے مقصد دعوت ہوگا اور ہمیشہ اسی نغمہ کا تار چھیڑتا رہے گا اور اندازِ بیان خواہ جو بھی ہو مگر اس کی نظر اس پر ہوگی کہ کس طرح دعوت کی بات دل میں اتار دے اور کس طرح دلوں کو قبول حق کے لیے تیار کرے، دعوت کے منافی جو بات ہوگی اس کو وہ ہاتھ نہیں لگائے گا۔

(تبلیغ ودعوت کا معجزانہ اسلوب۔ سید ابوالحسن علی ندوی)